پھر آپ دیکھیں گی کہ ساری جھنجلاہٹ یک طرفہ ہو کر رہ جائے گی اور اس میں وہ شدت اور زور باقی نہیں رہے گا جو ہمیشہ ہمیشہ کے تعلقات کو خراب کر دے۔ آپ خیال کرتی ہوں گی کہ شاید یہ شوہر سے دب کر رہنا ہو۔ لیکن نہیں یہ مصالحت کی کامیاب ترین زندگی ہے۔ ہر جذباتی معاملے میں شوہر کو جب یکساں روش کا سامنا کرنا پڑے گا تو وہ خود اپنی حالت پر نظر ثانی کرنے کے لیے مجبور ہوگا اور اس کا برتاؤ اس نوعیت کے مقابلے میں یقیناً مختلف ہوگا جبکہ آپ مدمقابل بن کر آئیں گی۔

ساری کتاب اسی قسم کی حکیمانہ باتوں سے بھری ہوئی ہے

فلسفۂ انقلاب | تالیف: جمال عبدالناصر صاحب۔ ترجمہ، دیباچہ و تذکرہ: اسماء رشید ایم، اے۔ شائع کردہ: اردو اکیڈمی سندھ۔ کراچی۔ قیمت تین روپے۔

زیرِ نظر کتاب "انقلابات" کا کوئی فلسفیانہ تجزیہ نہیں بلکہ ایک آمر کے ذاتی تجربات کی داستان ہے۔ اس میں سیاسی جوڑ توڑ، قتل و غارت کے منصوبے تو بکثرت ملتے ہیں لیکن تفکر کی گہرائی یکسر مفقود ہے۔ یہ درحقیقت قوت و طاقت کے پرستار کے تاثرات ہیں۔ یہ کتاب ہٹلر کی مشہور کتاب "میری جدوجہد" کا چربہ ہے اور اس کا ایک ایک حرف اُسی جارحانہ قوم پرستی کی غمازی کرتا ہے جس کی جھلک ہمیں جرمنی کے آمر کی تحریر میں نظر آتی ہے۔

دیباچہ میں مترجمہ نے جمال ناصر کے بارے میں جن خیالات کا اظہار کیا ہے وہ کافی حد تک محلِ نظر ہیں۔ مثلاً یہ کہنا کہ ناصر نے برسر اقتدار آنے کے بعد اپنے دشمنوں سے انتقام نہیں لیا بالکل غلط ہے۔ ناصر صاحب کی خدمات جو کچھ بھی ہوں لیکن انہوں نے اخوان المسلمین جیسی دینی تحریک کو جس ظلم و تشدد کے ساتھ دبایا ہے اور اس کے مخلص کارکنوں پر جس قسم کے مظالم ڈھائے ہیں انہیں انسانیت کبھی فراموش نہیں کر سکتی۔ محض خلوص اور قوم اور وطن سے محبت اور اس کی خدمت کا سچا جذبہ کبھی بھی قوموں کو کامرانی کی راہ پر نہیں لگا سکتا۔

مصری ایک آزاد اور طاقتور مصر کا خواب دیکھ رہے ہیں۔ یہ خواب بڑا مبارک ہے اور خدا

کرے کہ یہ جلد از جلد شرمندۂ تعبیر ہو، لیکن کیا یہ خواب فراعنہ کے بت تعمیر کرنے اور صرف جوش و خروش دکھلانے سے پورا ہو سکتا ہے ؟

فاضل مصنف نے فلسفۂ زمان و مکان کے تحت جو کچھ کہا ہے وہ بھی بالکل غلط ہے مثلاً وہ یہ فرماتے ہیں :۔

"آج ہم اس بات پر قادر نہیں کہ دسویں صدی میں لوٹ جائیں، اور وہ لبادے اوڑھ لیں جو ہماری نظروں کو عجیب و غریب اور مضحکہ خیز معلوم ہوتے ہیں یا اس دور کے افکار و نظریات میں کھوئے رہیں" ص ۱۳۵

یہ نظریہ بڑا گمراہ کن ہے۔ آج اگر دنیائے مغرب روم و یونان کی مادی تہذیب کو بڑی خوبی کے ساتھ اپنا سکتی ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ مسلم قوم اسلامی نظام کی تجدید کرنے میں ناکام رہیں۔

اس کتاب کے مطالعہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ عربیت کا احساس ناصر صاحب کے دل و دماغ میں بالکل شروع ہی سے گہری جڑیں پکڑ چکا تھا اور اسی شعور نے غلط رُخ اختیار کر کے ان کے اندر جارحانہ قوم پرستی کی صورت اختیار کی۔

انہوں نے قومی قوت کے عناصر کا تجزیہ کرتے ہوئے جن تین سر چشموں کا ذکر کیا ہے اُن میں ایک روحانی رشتوں کی مضبوطی بھی ہے لیکن سوال یہ ہے کہ قوت و طاقت کے اس اتھاہ اور لازوال خزانے سے ناصر صاحب کہاں تک فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ کتاب کا ترجمہ عمدہ اور رواں ہے۔

مولانا مودودی اور تصوف | از مولانا شیخ احمد صاحب۔ ناشر اسلامک یک سنٹر مسجد چوک حیدرآباد دکن

اس فاضلانہ مقالہ میں مولانا شیخ احمد صاحب نے تصوف کی حقیقت بیان کی ہے اور دلائل سے ثابت کیا ہے کہ حقیقی تصوف "تزکیہ نفس" کے سوا کچھ بھی نہیں۔ مولانا مودودی اس تصوف کے سچے داعی اور مخلص فدائی ہیں۔ اُن کا مشن یہی ہے کہ مسلمان تعلق باللہ سے صحیح طور پر لذت آشنا ہوں۔